شاہ ولایت صاحبؒ کا نسب

(سید سخی حسن نقوی)

" امروہہ کے سادات نقویہ کے مورث اعلیٰ سید حسن شرف الدین شاہ ولایتؒ کے نسب، ان کی تاریخ پیدائش، تاریخ ورود امروہہ، تاریخ وفات، ان کے چھوٹے فرزند سید عبدالعزیز کی شہزادی کے ساتھ شادی، نیز ان کے مذہب کے سلسلہ میں تمام جدید تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور عظیم غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جن کا ازالہ ضروری ہے۔ اس سلسلۂ مضامین میں ان تمام مسائل کا تاریخی تجزیہ کیا گیا ہے اور خالص تاریخی نقطۂ نظر سے نتائج برآمد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

صاحب تاریخ امروہہ کو نہ جانے کیوں کر حضرت شاہ ولایتؒ کے نسب میں چار واسطوں کی کمی دکھائی دی ہے اور انھوں نے یہ لکھنے کی جرات کر ڈالی ہے کہ حضرت شاہ ولایت کا سلسلۂ نسب صحیح اور متصل نہیں اور اس لئے اس خاندان کو صحیح النسب نہیں کہا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ مشہور النسب کہہ سکتے ہیں[1]، چونکہ اس دعوے کے ثبوت میں صاحب تاریخ نے کوئی مضبوط دلیل بھی پیش نہیں کی ہے اس لئے ان کا یہ دعوی مورخانہ دیانت داری کے منافی ہے۔

حضرت شاہ ولایت کے نسب پر عمدۃ الطالب کی سند حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ عمدۃ الطالب آٹھویں صدی ہجری کے اواخر، یعنی حضرت شاہ ولایتؒ کا ہم عصر تذکرہ ہے اور اس جہت سے سب سے

---

[1] محمود احمد عباسی تحقیق الانساب، صفحہ

زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس کے مصنف سید جلال الدین الحسنی (وفات: ۸۲۸ھ) ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہے اور بمبئی اور لکھنؤ سے کئی بار شائع ہو چکا ہے۔ اس کے ہندوستانی مرتب نے جا بجا حاشیوں کے ذریعہ ہندوستانی سادات کے مختلف خاندانوں کے نسبی سلسلوں کی کڑیاں ائمہ تک ملانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے صاحب تحقیق الانساب کا یہ خیال کہ "زمانہ حال میں جب...... کتاب لکھنؤ میں...... چھپنے لگی...... تو کسی نے حاشیہ کتاب پر سادات نقوی امروہہ کا سلسلۂ نسب بھی درج کرا دیا۔"[1] غیر ذمہ دارانہ قیاس پر مبنی ہے جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے دو شدید غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں — پہلی یہ کہ عمدۃ الطالب کے حاشیوں میں سوائے سادات امروہہ ...... کے کسی اور خاندان کے انساب درج نہیں ہیں، اور یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اس کے حاشیوں میں سادات گردیز، سادات سامانہ، سادات بلگرام، سادات بخاری ...... سادات رضویہ اور بہت سے دوسرے سادات کے انساب درج ہیں۔ دوسری غلط فہمی یہ پیدا ہوتی ہے کہ یہ حاشیہ صرف نسخۂ لکھنؤ میں ہے اور نسخۂ بمبئی میں نہیں ہے اور یہ بات بھی بالکل خلاف واقعہ ہے۔ نسخۂ بمبئی میں بھی وہ تمام حواشی بجنسہ موجود ہیں جو نسخۂ لکھنؤ

---

[1] محمود احمد عباسی تحقیق الانساب، ص۸۰ (حاشیہ) عمدۃ الطالب کے بمبئی ایڈیشن کے حاشیہ کی عبارت یہ ہے "من اولاد سادات امروهه وهي قرية من مضافات دهلي ورد بها اولاد السيد شرف الدين شاه ولايت وهو ابن السيد علي بزرگ وهو ابن السيد مرتضى وهو ابن السيد ابي المعالي وهو ابن السيد ابي الفرح الصيد ادى الواسطي وهو ابن السيد داؤد وهو ابن السيد حسين وهو ابن السيد علي وهو ابن السيد هارون المذكور في المتن۔" اسی طرح شاہ ولایت صاحب سے سید ہارون تک ۹ اور ہارون بن جعفر کذاب بن امام علی نقی کو شامل کرکے گیارہ واسطے موجود ہیں۔ اور یہی حاشیہ بجنسہ لکھنؤ ایڈیشن میں ہے۔

بیں ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات غور طلب ہے کہ عمدۃ الطالب کے محشی کی نظر نہ شاید ابن خلدون کے اس نظریئے پر تھی جس کی بنیاد پر صاحب تحقیق الانساب نے حضرت شاہ ولایت کے سلسلۂ نسب میں چار واسطوں کی کمی دریافت کی ہے (اس پر آگے چل کر تفصیلی بحث کی گئی ہے) اور نہ اس کا علم تھا — اور یہ بات بہ یقین کہی جا سکتی ہے — کہ ۱۳۵۱ھ میں مولوی محمود احمد عباسی تحقیق الانساب لکھنے والے ہیں جس میں وہ ابن خلدون کے قائم کردہ معیار پر حضرت شاہ ولایت کے نسب کو جانچیں گے اور اس میں دو چار واسطوں کی کمی دریافت کریں گے۔ اس لئے موقع غنیمت ہے اس وقت اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک حاشیہ بڑھا دیا جائے۔ نسخۂ لکھنؤ کے پبلشر کی نیت پر یہ خواہ مخواہ کا الزام بے بنیاد قیاس پر مبنی ہے تاریخ میں اس قسم کے قیاس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ لکھنؤ ایڈیشن کی اشاعت کے وقت کسی کا داؤ چل گیا اور کسی کو حاشیہ کتاب پر سادات نقوی امروہہ کا سلسلۂ نسب درج کرانے کا موقع مل گیا تو بمبئی ایڈیشن کی اشاعت کے وقت وہاں کون موجود تھا جس نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ نسخۂ بمبئی میں یہ کمی کیوں نہیں ہے ؟ اگر نسخۂ بمبئی میں یہ کمی موجود ہوتی اور نسخۂ لکھنؤ میں نہ ہوتی تب بے شک صاحب تحقیق الانساب کے قیاس کی کچھ قیمت لگ سکتی تھی۔ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں مولوی محمود احمد عباسی کا یہ قیاسی استدلال مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

۵ے نسخۂ بمبئی، آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں موجود ہے۔

۶ے عمدۃ الطالب کا ایک نسخہ میرے پاس ہے جسے میں نے مولانا سید محمد عبادت صاحب سے مستعار حاصل کیا ہے۔ یہ آزاد لائبریری والے ایڈیشن سے کتابت، خط، اور چھاپے کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ اس کا غذ دریدہ اور ٹائیٹل تلف ہو گیا۔ اس لئے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کہاں چھپا ہے۔ لیکن مولانا موصوف کا خیال ہے کہ یہ مطبوعۂ لکھنؤ ہے۔

اسی ضمن میں ایک دوسرے مقام پر موصوف لکھتے ہیں :۔ "ایک قدیم ترین شجرۂ نسب میں جو خاکسار مؤلف کو دستیاب ہوا ہے۔ شاہ ولایت رح اور امام علی نقی ع کے درمیان صرف چھ واسطے درج ہیں[1]" اس شجرۂ نسب کا ماخذ، اور ما علیہ موصوف نے کہیں نہیں لکھا، اور نہ یہ لکھا کہ کن صاحب سے انھوں نے اسے حاصل کیا، جن صاحب سے حاصل کیا وہ کس حد تک ثقہ ہیں۔ کسی معتبر شخصیت نے اس کی تصدیق کی یا نہیں، کن قرائن کی بنیاد پر انھوں نے اس مفروضہ دستاویز کا اطمینان کیا وغیرہ وغیرہ۔ ایک ذمہ دار مورخ کے لئے یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس نے ان تمام اہم پہلوؤں کی طرف توجہ کئے بغیر ایک بالکل غیر اہم، نامعتبر اور بوگس دستاویز کو استناد کے قابل گردان لیا۔

صاحب تحقیق الانساب کے استدلال کی بنیاد دراصل ابن خلدون کا وہ مشہور و معروف معیار ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جس مورث سے سلسلۂ نسب کو جانچنا ہو یہ دیکھا جائے کہ مورث اور وارث کے درمیان فی صدی تین پشتوں کا اوسط برآمد ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ دراصل ایک استقرائی قاعدہ تھا اس لئے اس میں ترمیم و تنسیخ ہر وقت ممکن تھی۔ چنانچہ نسابین نے بعد میں اس میں یہ اضافہ کیا کہ دو صدیوں میں کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سات واسطے پائے جانے چاہئیں۔ اس کے علاوہ نسابین اس مسئلہ میں بھی مختلف الخیال ہیں کہ مورث اور وارث کے درمیان واسطے اور مدت معلوم کرنے کے لئے آیا جانبین کی عمروں کو شامل کیا جائے یا نہیں۔

اول تو یہ کہ نسابین کا قائم کردہ یہ استقرائی معیار کافی پرانا اور فرسودہ ہوگیا ہے۔ کاروان تحقیق چوں کہ دن بہ دن آگے بڑھتا جا رہا ہے اس لئے قدیم نظریات بہت تیزی سے بدل رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بقول صاحب تاریخ سادات امروہہ "یہ معیار قاعدۂ اکثریہ ہے قاعدۂ کلیہ نہیں ہے[2]" ہو سکتا ہے کہیں سو سال میں چار واسطے دکھائی دیں اور کہیں دو۔ بہرحال یہ ریاضی کا "دو اور دو چار" جیسا کلیہ ہرگز نہیں ہے جس میں

---

[1] محمود احمد عباسی: تحقیق الانساب، ص۸۲

[2] سید حضال احمد، تاریخ سادات امروہہ ص۲۷۲

ردوبدل یا کمی بیشی کا امکان ہی نہ ہو۔ خود صاحب تحقیق الانساب جنھوں نے اس کلیہ کو اپنے استدلال کی بنیاد قرار دیا ہے، لکھتے ہیں۔ "انساب کا علم بعض دیگر علوم ریاضی اور ہندسہ کی طرح کوئی قطعی اور یقینی علم نہیں ہے بلکہ ظنی ہے"[1]

اس کے علاوہ منتہائے عمر کا اوسط زمانۂ قدیم میں کچھ اور تھا اور آج کچھ اور ہے۔ اس وقت بچے کم زندہ رہتے تھے اور جو زندہ رہ جاتے تھے ان کی عمر طویل ہوتی تھی۔ اب سائنس نے بیماریوں پر کنٹرول کرلیا ہے۔ اب بچے کم مرتے ہیں، لیکن انسان کی عمر اب زیادہ طویل نہیں ہوتی۔ پہلے ۱۰۰ سو ۸۰ اسّی برس، یا اس سے زیادہ، لوگوں کی عمر ہو جاتی تھی اور منتہائے عمر کا اوسط ۱۰۰ سو ۸۰ اسّی برس قرار دیا جاسکتا تھا۔ اب ۱۰۰ سو تک بہت کم لوگ پہنچتے ہیں اور اب منتہائے عمر کا اوسط اسّی یا نوّے برس سے زیادہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس جہت سے ابن خلدون کا معیار جو اس وقت بھی قاعدہ کلیہ نہیں تھا اب بالکل باطل ہو گیا ہے۔ اس لئے آنکھیں بند کرکے اس کی تقلید کرنا یا اس پر ایمان لے آنا مورخانہ احتیاط کے خلاف ہے۔

ابن خلدون کے کلیہ کی صحت یا عدم صحت کو جانچنے کے لئے ایک بالکل سامنے کی مثال بہت کافی ہے۔ یعنی یہ کہ میرے پردادا صاحب مرحوم و مغفور (الحاج سید اصغر حسین، مولف تاریخ اصغری) کا انتقال ۱۹۰۷ء میں ہوا اور میرا لڑکا سید علی امام ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوا۔ گویا میرے لڑکے اور پردادا صاحب کے درمیان ـــ اگر جانبین کو چھوڑ کر حساب لگایا جائے، جیسا کہ مولوی محمود احمد عباسی نے شاہ ولایت صاحبؒ کے سلسلہ میں کیا ہے ـــ تین واسطے ہوتے ہیں جن کے لئے ابن خلدون کے کلیہ کے مطابق ۱۰۰ سو سال کی مدت درکار ہے جب کہ یہاں صرف ۳۲ بتیس تینتیس کا فصل برآمد ہوتا ہے۔

اسی طرح صاحب تاریخ سادات امروہہ نے ایک مثال اس کے برعکس نقل کی ہے۔ یعنی یہ کہ مولوی سید محمد احسن ساکن محلہ شاہ علی سرائے کے ۷۵ سال کی عمر میں فرزند تولد ہوا[2] اور اگر یہی صورت ان کے فرزند کے

---

[1] محمود احمد عباسی: تحقیق الانساب، ص ۳

[2] سید نجال احمد: تاریخ سادات امروہہ، ص ۲۶۲

ساتھ بھی رہی ہو، جو عین ممکن ہے۔ تو یہاں دو سال میں بھی پورے تین واسطے بر آمد نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کی اور سینکڑوں مثالیں مختلف خاندانوں میں مل جائیں گی۔ جہاں اولاد ذکور نارمل حالات میں ہوئی اور شادیاں نارمل عمر میں ہو گئیں وہاں یہ کلیہ ہو سکتا ہے درست ہو جائے۔ لیکن جہاں شادیاں جلد ہوئیں اور اولاد ذکور بھی جلد ہوتی وہاں واسطے لازمی طور پر زیادہ ہو جائیں گے۔ اور جہاں شادیاں دیر سے ہوئیں اور اولاد ذکور بھی دیر ہو گئی وہاں واسطے یقیناً کم دکھائی دیں گے۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابن خلدون کا یہ کلیہ قطعی اور یقینی ہرگز نہیں ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ علی امام (سلمہٗ) اور سید اصغر حسین (مرحوم و مغفور) کے درمیان مدت میں کمی اور واسطوں میں بیشی پائی جاتی ہے۔ اس لئے علی امام کا سید اصغر حسین کی اولاد میں ہونا مشتبہ ہے، یا چونکہ مولوی محمد احسن اور ان کے فرزند کے درمیان سو سال میں ایک واسطہ بھی نہیں پایا جاتا اس لئے ان کا فرزند ان کی اولاد نہیں۔ اسی طرح ابن خلدون کے نظریئے کے مطابق حضرت شاہ ولایت کے نسب میں ایک دو واسطوں کی کمی فی الحقیقت ہوتی بھی، جو صاحب تحقیق الانساب کو تعصب کی عینک سے دکھائی دی ہے، تب بھی حضرت شاہ ولایت کے نسب میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی۔

لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ابن خلدون کا نظریہ آج بھی وہی حکم رکھتا ہے۔ یا کم از کم شاہ ولایت صاحبؒ کے زمانہ میں وہی حکم رکھتا تھا تب بھی یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ سید شرف الدین شاہ ولایتؒ سے امام علی نقیؑ تک چار واسطوں کی کمی واقعی ہے بھی یا نہیں، جیسا کہ صاحب تحقیق الانساب نے فرض کیا ہے۔ صاحب تحقیق الانساب نے شاہ ولایت صاحبؒ سے امام علی نقیؑ تک ۳۸۲ سال کا فصل قرار دیا ہے۔ ابن خلدون کے نظریئے کے مطابق اس مدت میں کم و بیش گیارہ واسطے درکار ہیں۔ عمدۃ الطالب کی سند سے (جس کی تشریح اوپر کی گئی) شاہ ولایت صاحبؒ سے امام علی نقیؑ تک گیارہ واسطے موجود ہیں جن کی تفصیل یہ ہے —

۱) شرف الدینؒ، شاہ ولایت، بن سید علی بزرگؒ، بن سید عمر مرتضیٰؒ، بن سید ابو المعالیؒ، بن سید ابو الفرح العیدادی الواسطیؒ، بن سید داؤدؒ، بن سید حسینؒ، بن

سید علی، بن سید ہارون، بن سید جعفر، بن امام علی نقی ؑ۔"

اسی طرح سید مرتضےٰ علم الہدیٰ نے جو شرح مستند سادات ہندوستان وغیرہ کی کتاب مستطاب کنزالانساب، و بحرالمصاب میں لکھی ہے اس میں انھوں نے بھی اس شجرے کی تکرار کی ہے۔ اور اس کے بعد تواتر کے ساتھ صاحب امراریہ، صاحب ریاض الانساب، اور صاحب تاریخ گلزار شمس تبریز نے اس کی تکرار کی ہے لیے اتنی محکم اور مستند دستاویزی شہادتوں کی موجودگی میں شاہ ولایت صاحبؒ کے نسب کے بارے میں کسی مغالطہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس کے علاوہ کتاب سادات نقویہ ہر تقریب کے موقع پر صاحب تقریب کے شجرے کی تکرار کرتا ہے۔ اور یہ رسم مشدآمد قدیم سے چلی آرہی ہے۔ ہر تقریب میں نساب ایک "دعا" پڑھتا ہے، جس کے ابتدائی حصے کی زبان، جو عوامی ہونے کے باوجود فارسی، ہندی کا بڑا خوش گوار مکسچر ہے، امیر خسروؒ کے عہد کی زبان کی یاد تازہ کرتی ہے۔ جب اردو اپنے ارتقاء کی ابتدائی منزلیں طے کر رہی تھی، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ امیر خسرو شاہ ولایت صاحبؒ کے ہم عصر ہیں۔ "بدہ ہزار سال، بدہ پشت پناہ سوار (دوش) رسول، گگن کے پھول، گئے مدینے کے، گھر پاک مصلے، پیغمبر گھر نواسے ہیں۔" کے ٹکڑے امیر خسرو کے "ز حال مسکین مکن تغافل دُرآئے نیناں بنائے بتیاں" سے اس قدر قریبی لسانی مماثلت رکھتے ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہ یہ "دعا" خود حضرت شاہ ولایت کے وقت سے اب تک بدستور چلی آرہی ہے۔

لے ۔ ان کتب کی اصل عبارت اور دیگر تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سادات امروہہ صفحہ ۴۴ تا ۴۶، ۔ لے یعنی آسمان ۔

لے اس "دعا" کا مطلب یہ ہے "اے خدا تو دولہا دولہن کو) ہزار سال کی عمر اور سوار دوش رسول (یعنی امام حسین) کی پشت پناہی عطا فرما، جو آسمان کے پھول ہیں، گئے مدینے کے ہیں جن کا گھر کعبہ ہے، جو پیغمبر کے نواسے ہیں۔

اس مقام پر اس حقیقت کا اظہار بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نسابیوں کا مورث اعلیٰ اس کنبیہ جماعت میں شامل تھا جو شاہ ولایت صاحبؒ کے والد ماجد اپنے ہمراہ واسطہ سے امروہہ لائے تھے۔ نسّابوں، یا مقامی اصطلاح میں "میراثیوں" کے بیان میں صاحب اصغری لکھتے ہیں —

"ساداتِ کی نسابی ان سے (میراثیوں) سے متعلق ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ موسمی انچھا شہید کو مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایتؒ اپنے ہمراہ لائے تھے[۵]"

---

۵ سید اصغر حسین: تاریخ اصغری ص۱۴۳

کرشن چندر نمبر — غالب نمبر — گاندھی نمبر

جیسی یادگار اور شاندار خصوصی اشاعتوں کے بعد

شاعر

کی ایک اور منفرد، معیاری، خوبصورت ضخیم اور انتہائی دلچسپ خصوصی اشاعت پیش کی جارہی ہے۔

ناولٹ نمبر

فروری ۱۹۷۱ء میں

اردو کے مشہور و ممتاز ناولٹ نگاروں کے تازہ ترین غیر مطبوعہ اور بیش قیمت

ناولٹ

ناولٹ نگار

کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، خواجہ احمد عباس، کوثر چاندپوری، رام لعل، مہندر ناتھ، قاضی عبدالستار، جوگندر پال، ستیش بترا، ہرچرن دوست، ست پرکاش سنگر، آصف ابوالحسن، عفت موہانی، واجدہ تبسم، حامدی کاشمیری، اکرام جاوید، نور شاہ، موہن یاور، آغا رشید مرزا — اور سہیل عظیم آبادی۔

۲۰ کتابوں کے برابر، ۲۰ ناولٹ

اردو رسائل کے خاص نمبروں میں ایک گرانقدر اضافہ

(ناولٹ نگاروں کی تصاویر اور اُن کے سوانح حیات)

ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات ۰ قیمت، چھ روپے پچاس پیسے

(مستقل سالانہ خریداروں کیلئے رعایتی قیمت صرف دو روپے پچاس پیسے علاوہ رجسٹری خرچ)

ایجنٹوں کو اپنے آرڈر فوراً بھیجدینے چاہئیں

منیجر ماہنامہ شاعر مکتبہ قصر الادب۔ پوسٹ بکس ۴۵۲۶ بمبئی ۸ بی سی